© rasailojaraid.com

پہلی قسط

اقبال کا پیغام عصر حاضر کے نام

از جناب مولوی قاری محمد بشیر الدین صاحب پنڈت ایم۔ اے (علیگ)

عصر حاضر کا انسان ۔

اپنی حکمت کے پیچ و خم میں الجھا ایسا — آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاؤں کو گرفتار کیا — زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

بے شک زمانۂ حاضر کا انسان ایجاد و اختراع، فن و حکمت، سائنس و ہنر کے لحاظ سے کمال کے انتہائی مدارج پر گامزن ہے۔ اس کی نکتہ رس اور باریک بیں عقل نے ناممکنات کو ممکن بنادیا جو چیزیں وہم و گمان و قیاس کے ماورا تھیں اب وہ روزمرہ کے حقائق میں شامل ہیں۔ سات سمندر پار والوں سے گفتگو کی جارہی ہے، تصویریں بولتی ہیں۔ ٹیلی ویژن سٹ گھروں میں نصب ہیں ایکسریز ہمارے لیے ان دریچوں کا کام دیتی ہیں جن کے پٹ کھول کر ہم اپنے معدے اور آنتوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ ہماری سڑکیں ربڑ اور شیشے سے بنائی جارہی ہیں۔ ہماری کھیتی برقی قوت کے ذریعہ پکتی ہے، طے الارض کی کرامت کا ہم سے ظہور ہوتا ہے۔ فاصلے ہمارے لیے وجود نہیں رکھتے، ہمارے طیاروں نے زمین کو گھیر لیا ہے بہر حال مشین کو ہم نے ایجاد کیا اور مشین نے ہماری زندگی میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا۔ اسی تغیر کی ماہیت اور اس کے دوررس نتائج پر ہمیں یہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقبالؔ پر ایک نظر ڈالنی ہے۔ اور بتلاتا ہے کہ زندگی پر مشین کے تسلط کی وجہ سے جو تہذیب پیدا ہوئی ہے وہ فساد قلب اور فساد نظر میں مبتلا ہے اس کی روح میں عفت، اس کے ضمیر میں پاکی، اس کے خیال میں روحانی علو و بلندی اور اس کے ذوق میں لطافت و پاکیزگی مفقود ہے۔

فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب　　کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف

رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید　　ضمیر پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

اقبالؔ کی نظر میں عہد حاضر کا انسان قلب و نظر کے امراضِ فاسدہ میں مبتلا ہے جس کا اصل سبب اقبالؔ کے نزدیک حیاتِ انسانی کے وہ غلط نظریے ہیں جن کے تحت وہ آج اپنی زندگی گزار رہا ہے۔ اس لیے آیئے ذرا دیر کے لیے یکسو ہو کر ہم اجمالاً ان نظامہائے حیات پر نظر ڈالیں جس کو اس نے اپنا رکھا ہے۔

جزئیات و فروع سے قطع نظر اصولی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو انسانی زندگی کے لیے جتنے مذہب و مسلک بنے ہیں وہ بالعموم چار ہیں۔

ا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ کائنات کا یہ سارا نظام ایک اتفاقی ہنگامۂ وجود و ظہور ہے۔ جس کے پیچھے کوئی حکمت، کوئی مصلحت اور کوئی مقصد کارفرما نہیں ہے، یوں ہی بن گیا ہے، یوں ہی چل رہا ہے اور یوں ہی بے نتیجہ ختم ہو جائے گا۔ اس کا کوئی خدا نہیں اور اگر ہے تو اس کے ہونے یا نہ ہونے کا انسان کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ دنیا کی دیگر اشیاء کی طرح انسان بھی ایک ہے اس کی بھی کچھ خواہشات ہیں جن کو پورا کرنے کے لیے علم و عقل کا سہارا کافی ہے۔ اعمال کے نتائج جو کچھ بھی ہیں اسی دنیوی زندگی کی حد تک ہیں اس کے ماسوا کوئی زندگی نہیں۔ لہٰذا صحیح اور غلط، مفید اور مضر، قابل اخذ اور قابل ترک ہونے کا فیصلہ انہیں نتائج کے لحاظ سے کیا جائے گا جو اس دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ دنیا پرستوں نے ہر زمانہ میں یہی نظریہ اختیار کیا ہے۔ قلیل مستثنیات کو چھوڑ کر حکمرانوں نے، امیروں نے، درباریوں نے اور ارباب حکومت نے، خوشحال لوگوں اور خوشحالی کے پیچھے جان دینے والوں نے عموماً اسی نظریہ کو ترجیح دی ہے۔ اس کو ہم "ملحدانہ یا جاہلانہ" نظریۂ حیات کہہ سکتے ہیں۔ زمانۂ اسلام سے پیشتر جن قوموں کی تمدنی ترقی کے گیت تاریخ میں گائے جاتے ہیں بالعموم ان سب کے تمدن کی جڑ میں یہی نظریہ کام کرتا رہا ہے موجودہ مغربی تمدن کی بنیاد بھی یہی نظریہ ہے اگرچہ اہل مغرب سب کے سب خدا و آخرت کے منکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہیں، نہ علمی حیثیت سے سب مادہ پرستانہ اخلاق کے قائل ہیں لیکن جو روح ان کے پورے نظامِ تہذیب و تمدن میں کام کر رہی ہے وہ اسی انکار خدا و آخرت اور اس مادہ پرستانہ اخلاق کی روح ہے اس کی بنیاد پر جو ذہنیت مرتب ہوتی ہے اور جن افکار و آداب کی آبیاری ہوتی ہے خواہ وہ کتابوں کی صورت میں مدون ہو یا صرف ذہن ہی میں محفوظ ہو ان سب میں الحاد و مادیت کی روح سرایت کیے ہوئے ہوتی ہے، انفرادی و اجتماعی سیرتیں اسی سانچے میں ڈھلتی ہیں مادہ پرست قانون ساز انسان کے قوانین کا نشو و نما اسی ڈھنگ پر ہوتا ہے اور پھر اس طرز کی سوسائٹی میں سطح پر ابھر کر وہ لوگ آتے ہیں جو سب سے زیادہ ڈپلومیٹ اور خبیث النفس ہوتے ہیں، تمام سوسائٹی کی سیادت، قیادت اور مملکت کی زمامِ کار انہیں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ ان کی کتاب آئین میں زور کا نام حق اور بے زوری کا نام باطل ہوتا ہے۔ جہاں کوئی مادی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی وہاں کوئی چیز ان کو ظلم سے نہیں روک سکتی۔ یہ ظلم ان کے خاص وطن میں یہ شکل اختیار کرتا ہے کہ طاقتور طبقے اپنی ہی قوم کے کمزور طبقوں کو کھاتے اور دباتے ہیں اور اپنے ملک کے باہر اس کا ظہور قوم پرستی، امپیریلزم اور ملک گیری و اقوام کشی کی صورت میں ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا نظریۂ حیات جس کو انسان نے اپنا رکھا ہے یہ ہے کہ کائنات عالم کا نظام اتفاقی تو نہیں ہے اور نہ بے خداوند ہے مگر اس کا ایک خداوند نہیں بلکہ بہت سے ہیں۔ یہ خیال چونکہ کسی علمی ثبوت پر مبنی نہیں بلکہ محض خیال آرائی پر اس کی بنا ہے اس لیے موہوم، محسوس اور معقول اشیاء کی طرف خداوندی والہیت کو منسوب کرنے والوں کے درمیان نہ کبھی اتفاق ہو سکتا ہے نہ کبھی ہوا ہے خداؤں کی فہرست گھٹتی بڑھتی رہی۔ فرشتے، جن، ارواح، سیارے، زندہ و مردہ انسان، درخت، پہاڑ، جانور، دریا، زمین، آگ، بادل اور خیالی مرکبات مثلاً شیر انسان، ماہی انسان، چہار سرا، خرطوم بنی وغیرہ معبودوں میں جگہ پاتے رہے ہیں پھر ان کے گرد اوہام و خرافات کا ایک عجیب طلسم ہوشربا تیار ہوا ہے۔ جس میں قوتِ واہمہ نے اپنا شادابی و نادرہ کاری کے وہ دلچسپ نمونے فراہم کیے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے جہاں کہیں خداوند اعلیٰ کا تصور کچھ نمایاں ہے وہاں تو خدائی کا انتظام کچھ اس طرز کا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے اور دوسرے چھوٹے خدا اس کے وزیر، مصاحب اور درباری ہیں جن کو خوش کیے بغیر انسان بادشاہ سلامت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے اس کے معاملات ماتحت خداؤں ہی سے وابستہ رہتے ہیں۔ لیکن جہاں کہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خداوند اعلیٰ کا تصور بہت دھندلا یا قریباً مفقود ہے۔ وہاں تو ساری خدائی ارباب متفرقین ہی میں تقسیم ہو کر رہ گئی ہے۔ اسی قسم کے نظریۂ زندگی کو ہم مشرکانہ نظریۂ حیات کہہ سکتے ہیں۔ یہ اپنی بہن نمبر ایک سے ہمیشہ تعاون کرتی رہی ہے مثلاً:

(الف) مشرکانہ جاہلیت میں مبتلا انسان اپنے خیالی معبود کو نافع وضار سمجھ کر مراسم عبودیت تو ضرور ادا کرتا ہے، لیکن چونکہ اس کو اپنے معبود کی طرف سے کوئی اخلاقی ہدایت یا زندگی بسر کرنے کا قانون وضابطہ نہیں ملتا ایسی صورت میں مشرک انسان خود ہی اپنی فہم وعقل کے مطابق اپنے لیے ایک شریعت تصنیف کرتا ہے اس طرح وہی ملحدانہ جاہلیت برسرکار آجاتی ہے۔ دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ ایک جگہ خداؤں کے لیے عبادت اور عبادت گاہوں کا سلسلہ [illegible] ہوتا ہے دوسری جگہ نہیں ورنہ اخلاق واعمال جیسے یہاں کے ہوتے ہیں ویسے ہی وہاں بھی [illegible] ہیں۔ بت پرست یونان وروم کے اخلاقی مزاج اور موجودہ یورپ کے اخلاقی [illegible] پائی جاتی ہے اس کا یہی سبب ہے۔

(ب) اسی طرح مشرک سوسائٹی ان تمام تمدنی طریقوں کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوتی ہے جن کو ملحد سوسائٹی اختیار کرتی ہے اگرچہ سوسائٹی کی تعمیر وتر[illegible] دونوں کے ڈھنگ ذرا ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ شرک کی مملکت میں باد[illegible] مقام دیا جاتا ہے روحانی پیشواؤں اور مذہبی عہدہ داروں کا ایک طبقہ مخصوص [illegible] پیدا ہوتا ہے جو شاہی خاندان سے مل کر ایک ملی بھگت قائم کرتا ہے اس [illegible] عوام [illegible] جال پھیلا کر ظالمانہ تسلط قائم کرتا ہے۔ اس کے برخلاف الحاد پرست سوسائٹی میں [illegible] نسل پرستی، قوم پرستی، ڈکٹیٹر شپ، سرمایہ داری اور طبقاتی نزاع کی شکل اختیار [illegible] جہاں تک روح اور جوہر کا تعلق ہے انسان پر انسان کی خدائی مسلط کرنے انسان کو [illegible] پھاڑنے اور انسانیت کو تقسیم کر کے ایک ہی نوع کے افراد کو ایک دوسرے کے لیے [illegible] میں دونوں ایک سطح پر ہیں۔

(۳) تیسرا نظریۂ حیات جس کے فریب میں انسان اب تک مبتلا ہے یہ ہے کہ [illegible] جسمانی وجود انسان کے لیے ایک دارالعذاب ہے انسان کی روح اس کے جسم کے اندر [illegible] یافتہ قیدی کی حیثیت رکھتی ہے۔ لذات وخواہشات اصل میں اس قید خانہ کے طوق [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ نجات کی صورت اس کے سوا کوئی نہیں ہے کہ خواہشات ولذات کو مٹایا جائے اور اپنے اس دشمن نفس و جسم کو مجاہدات وریاضت کے ذریعہ اتنی تکلیفیں دی جائیں کہ روح پر اس کا تسلط قایم نہ ہو سکے اس طرح روح پاک وصاف ہو جائے گی۔

اس نظریہ کی بنیاد پر ایک خاص قسم کا نظامِ فلسفہ بنتا ہے جس کی مختلف شکلیں۔ ویدانتزم، اشرافیت، یوگ، مسیحی رہبانیت اور بدھ ازم وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں۔ اس فلسفہ کے ساتھ ایک ایسا نظامِ اخلاق وجود میں آتا ہے جو افیون وکوکین کا کام کرتا ہے خواہ وہ اعمال وعقائد میں ہو یا ادب وسیاست میں۔

یہ نظریۂ حیات جماعت کے نیک اور پاکباز افراد کو دنیا کے کاروبار سے ہٹا کر گوشۂ عزلت میں [illegible] تا ہے اس لیے سوسائٹی کے بدترین شریر افراد کے لیے میدان صاف ہو جاتا ہے۔ اس کے [illegible] جاہلیت کے اثرات عوام میں غلط قسم کا صبر و تحمل پیدا کرتے ہیں جو انہیں ظالموں کے [illegible] میں کھلونا بنا دیتا ہے اسی وجہ سے سماج کے بااقتدار طبقے بادشاہ، امراء اور مذہبی ٹھیکیدار اس [illegible] واخلاق کی اشاعت میں خاص دلچسپی لیتے ہیں اور یہ ان کی سرپرستی میں پھلتا پھولتا رہتا

[illegible] جاہلیت کا معاملہ اپنی ہم جنس بہنوں کے ساتھ جیسا بھی ہے وہ ظاہر ہے مگر انبیاء علیہم [illegible] کی امتوں کے ساتھ تو نہایت عجیب وغریب ہے۔ خدا کے دین پر اس کی پہلی ضرب یہ ہوتی ہے کہ دنیا تو یہ دار العمل اور مزرعۃ الآخرت کے بجائے دار العذاب اور مایا کے جال کی حیثیت سے پیش [illegible] کی ہے اس سے جو ذہنیت مرتب ہوتی ہے اس کی رو سے عبادات واوامر ونواہی کا یہ مفہوم [illegible] یہ حیات دنیا کی اصلاح اور فرائض خلافت کی انجام دہی کے لیے تیار کرنے والی چیزیں ہیں یہ ہو جاتا ہے کہ یہ سب اعمال گناہ زندگی کا کفارہ ہیں۔ اس طرح انسان روایات کی دنیا میں گم ہو کر خلافت الٰہی کی ذمہ داریوں کو بھول جاتا ہے۔ جس کی طرف علامہ اقبال نے بار بار توجہ دلائی ہے جیسا کہ آگے مذکور ہے۔

(۴) زندگی گزارنے کا چوتھا نظریہ یہ ہے کہ یہ سارا عالمِ ہست وبود جو ہمارے گردو پیش پھیلا ہوا ہے اور جس کا ایک جز ہم خود ہیں دراصل ایک بادشاہ کی سلطنت ہے اور وہی بلا اشتراک غیرے اس کا مالک ہے۔ انسان اس مملکت میں پیدائشی رعیت ہے یعنی رعیت ہونا یا نہ ہونا اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مرضی پر موقوف نہیں بلکہ یہ بعینہٖ ہی پیدا ہوا ہے اور
میں نہیں۔ جس طرح مملکت کے تمام اجزا بادشاہ کے امر
کرے۔ اور جو ہدایت بھی بذریعہ وحی اس تک پہنچے اس
کے دنیوی اعمال کا اصل حساب و کتاب مہلت کی یہ ز
آخرت ہے۔ آخرت کی فلاح و خسران کا مدار اس پر ہے کہ
استعمال سے اللہ تعالیٰ کے حاکم حقیقی ہونے اور اس کے طرف سے آئی ہوئی ہدایت
اللہ ہونے کو پہچانتا ہے یا نہیں اور اس کے امر شرعی کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے یا نہیں۔
یہ وہ نظریہ ہے جسے ابتداء سے انبیاء علیہم السلام پیش کرتے آئے ہیں۔ یہ ایک مستقل
فلسفہ پیدا کرتا ہے اس فلسفہ کی بنیاد پر جس تہذیب کی عمارت اٹھتی ہے۔ اس تہذیب کی رگ
اور ریشہ ریشہ میں جو روح کام کرتی ہے وہ اللہ واحد و قہار کی حاکمیت، آخرت کے اعتقاد اور
کے "تابع شریعت ہونے کا روح ہے" بخلاف اس کے دیگر تہذیبوں کے پورے نظام تمدن
خود مختاری بے قیدی و بے مہاری اور غیر ذمہ داری کی روح سرایت کیے ہوئے ہوتی
لیے انسانیت کا جو نمونہ انبیاء علیہم السلام کی قایم کی ہوئی تہذیب سے تیار ہوتا ہے
دخال و رنگ و روغن وہ دوسری تہذیبوں کے بنائے ہوئے نمونے سے ہر جز اور ہر
ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے تمدن کی تمام تفصیلات کا نقشہ دوسرے تمام نقشو
ہوا ہوتا ہے۔ طہارت، خوراک، لباس، طرز زندگی، شخصی کردار، کسب معاش، صر
ازدواجی زندگی، معاشرتی رسوم، سماجی تعلقات دولت کی تقسیم، حکومت کی تشکیل
حیثیت، شوریٰ کا طریقہ، صنعت و تجارت، صلح و جنگ کے معاملات اور خارجی سیاست
کہ انسانی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے معاملات سے لے کر بڑے سے بڑے معاملا
تمدن کا طور و طریق اپنی ایک مستقل شان رکھتا ہے جس کا ہر جز اللہ کی حاکمیت، انسان
اور آخرت کی مقصودیت سے جڑا ہوا ہے۔

تین افراد کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا: ایک وہ امام جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں، دوسرا وہ
کے لیے آتا ہے اور اس کی جماعت چھوٹ جاتی ہے اور تیسرا وہ شخص جو آزاد کو غلام بناتا ہے۔

© rasailojaraid.com